# سرّ الاسرار

تصنیفِ لطیف

شیخ المشائخ، قطبِ ربانی، غوث صمدانی، محبوب سبحانی

**حضرت سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی**

(رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

# سِرّ الاسرار

روحانی حقائق و معارف کا حسین و جمیل مجموعہ، صوفیانہ تعلیمات کی
خوبصورت اور دِل آویز تشریح وصول الی اللہ کے سربستہ حقائق،
عارف جلیل، مرشدِ کامل و مکمل کے قلم سے

تصنیفِ لطیف

شیخ المشائخ، قطبِ ربانی، غوث صمدانی، محبوب سُبحانی
**حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی**
(رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

مترجم

**(الاستاذ) ظفر اقبال کلیار**
(فاضل بھیرہ شریف)

۲۰۰۰ء

بار اوّل ــــــــ ایک ہزار

ہدیہ ــــــــ = 80 روپے

✿

ــــ زیرِ اہتمام ــــ

محمد رضاء الدین صدیقی
نجابت علی تارڑ

☆

ــــ زاویہ ــــ

۸ ۔ سی دربار مارکیٹ ○ لاہور
Ph (042) 7113553-7241517

(نوٹ)

اِس کتاب کے جملہ محاصل "زاویہ فاؤنڈیشن" کے علمی و تحقیقی مقاصد کے لیئے وقف ہیں۔

# پہلی فصل

## انسان کی وطن اصلی کی طرف واپسی :۔

انسان کی دو قسمیں ہیں۔ جسمانی اور روحانی۔

جسمانی انسان عام ہے اور روحانی خاص۔ روحانی انسان تو احرام باندھے اپنے اصلی وطن کی طرف یعنی قربت خداوندی کے حصول کی راہ پر گامزن ہے۔

جسمانی انسان کی واپسی کی صرف ایک ہی صورت ہے کہ وہ درجات کی طرف رجوع کرے۔ شریعت و طریقت اور معرفت پر بلا نمود و ریاء عمل پیرا ہو کر ثواب حاصل کرے کیونکہ درجات (ثواب) کے تین طبقے ہیں۔

پہلا طبقہ :۔

عالم الملک میں جنت اور یہ جنت الماویٰ ہے۔

دوسرا طبقہ :۔

عالم الملکوت کی جنت اسے جنت النعیم کہتے ہیں۔

تیسرا طبقہ :۔

عالم الجبروت کی جنت یہ جنت الفردوس ہے۔

یہ نعمتیں جسمانیت کے لیے ہیں۔ ان عوالم تک جسمانیت اس وقت تک نہیں پہنچ سکتی جب تک کہ تین علوم کو حاصل نہ کرلے۔ یعنی علم شریعت، علم طریقت اور علم معرفت۔ جیسا کہ حضور علیہ وسلم صلی اللہ کا ارشاد گرامی ہے۔

اَلْحِکْمَۃُ الْجَامِعَۃُ مَعْرِفَۃُ الْحَقِّ وَالْعَمَلُ بِھَا مَعْرِفَۃُ الْبَاطِنِ[1]

"کامل دانائی حق تعالیٰ کی معرفت ہے۔ اور اس کے مطابق عمل پیرا ہونا باطن کی معرفت ہے"

اسی طرح حضور ﷺ کا ایک اور ارشاد گرامی ہے:

اَللّٰھُمَّ اَرِنَا الْحَقَّ حَقًّا وَّارْزُقْنَا اِتِّبَاعَہٗ وَاَرِنَا الْبَاطِلَ بَاطِلًا وَّارْزُقْنَا اِجْتِنَابَہٗ[2]

"اے اللہ! ہمارے سامنے حق کو واضح فرما اور اس کی پیروی کی توفیق دے اور باطل کو باطل کر کے دکھا اور اس سے بچنے کی توفیق بخش دے"

اسی طرح رسول کریم ﷺ کا ایک اور ارشاد گرامی ہے۔

مَنْ عَرَفَ نَفْسَہٗ وَخَالَفَھَا فَقَدْ عَرَفَ رَبَّہٗ وَتَابَعَہٗ[3]

"جس نے اپنے نفس کو پہچانا اور اس کی مخالفت کی تو اس نے یقیناً اپنے رب کو پہچان لیا اور اس کی فرمانبرداری کی"

انسان خاص کا اپنے وطن یعنی قربت کی طرف رجوع اور رسائی علم حقیقت کے ذریعے ہی ممکن ہے۔ علم حقیقت عالم لاہوت میں توحید ہے۔ دنیا میں اللہ کی یکتائی کا عقیدہ ہے۔ اور یہ مقام سوتے جاگتے عبادت سے حاصل ہوتا ہے۔ بلکہ جسم پر جب نیند طاری ہو جاتی ہے تو دل کو زیادہ فرصت ملتی ہے اور وہ اپنے وطن اصلی کی طرف رجوع کرتا ہے۔ یہ رجوع یا تو کلی طور پر ہوتا ہے یا جزوی طور پر۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

اَللّٰہُ یَتَوَفَّی الْاَنْفُسَ حِیْنَ مَوْتِھَا وَالَّتِیْ لَمْ تَمُتْ فِیْ مَنَامِھَا فَیُمْسِکُ الَّتِیْ قَضٰی عَلَیْھَا الْمَوْتَ وَیُرْسِلُ الْاُخْرٰی اِلٰی اَجَلٍ مُّسَمًّی (الزمر: 42)

"اللہ تعالیٰ قبض کرتا ہے جانوں کو موت کے وقت اور جن کی

موت کا وقت ابھی نہیں آیا (ان کی روحیں) حالت نیند میں۔
پھر روک لیتا ہے ان روحوں کو جن کی موت کا فیصلہ کرتا ہے
اور واپس بھیج دیتا ہے دوسری روحوں کو مقررہ میعاد تک۔ بے
شک اس میں (اس کی قدرت کی) نشانیاں ہیں ان کے لیے جو
غور و فکر کرتے ہیں"

اسی لیے حضور ﷺ نے فرمایا:

نَوۡمُ الۡعَالِمِ خَیۡرٌ مِّنۡ عِبَادَةِ الۡجَاهِلِ

"عالم کا سونا جاہل کے عبادت کرنے سے بہتر ہے" [۴]

مگر عالم کو یہ شرف صرف اسی صورت میں حاصل ہو سکتا ہے کہ عالم کا دل نور توحید سے زندہ ہو چکا ہو اور اسمائے توحید باطن کی زبان پر بغیر حرف وصوت جاری ہو چکے ہوں۔ جیسا کہ حدیث قدسی میں ہے۔

الانسان سرِّیۡ وانا سره

"انسان میرا راز اور میں اس کا راز ہوں" [۵]

دوسری حدیث کے الفاظ یوں ہیں:

اِنَّ عِلۡمَ الۡبَاطِنِ هُوَ سِرٌّ مِنۡ سِرِّیۡ ، اَجۡعَلَهٗ فِیۡ
قَلۡبِ عَبۡدِیۡ وَلَا یَقِفُ عَلَیۡهِ اَحَدٌ غَیۡرِی [۶]

"بیشک علم باطنی میرے رازوں میں سے ایک راز ہے۔ میں
نے اس راز کو اپنے بندے کے دل میں رکھ چھوڑا ہے۔ اس پر
میرے سوا کوئی واقف نہیں ہو سکتا"

انسان کے وجود کا اصل مقصد ہے ہی علم تفکر۔ جیسا رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

تَفَكُّرُ سَاعَةٍ خَیۡرٌ مِّنۡ عِبَادَةِ سَبۡعِیۡنَ سَنَةً [۷]

"ایک پل کا غور و فکر ستر سال کی عبادت سے بہتر ہے"

تفکر علم الفرقان ہے [۸] جسے توحید کہتے ہیں۔ اسی کی بدولت عارف

اپنے مقصود و محبوب تک رسائی حاصل کرتا ہے۔ عارف اسی علم کے نتیجے میں روحانیت کی پرواز کر کے عالم قربت تک پہنچتا ہے۔ پس عارف قربت[۹] کی طرف محو پرواز ہے جبکہ عابد جنت کی طرف پاپیادہ گامزن ہے۔

عارفین کے متعلق کسی نے کیا سچ کہا ہے۔

قُلُوْبُ الْعَارِفِيْنَ لَهَاعُيُوْنٌ
تَرٰى مَالَا يَرَاهُ النَّاظِرُوْنَ
وَاَجْنِحَةٌ تَطِيْرُ بِغَيْرِ رِيْشٍ
اِلٰى مَلَكُوْتِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

عرفاء کے دلوں کی آنکھیں ہوتی ہیں۔ یہ آنکھیں وہ سب کچھ دیکھ لیتی ہیں جو ظاہری آنکھیں نہیں دیکھ سکتیں۔ ان (اھل اللہ) کہ پر ہیں لیکن یہ پرندوں کے سے پر نہیں ہیں۔ وہ ان پروں کے ساتھ پروردگار عالم کی بادشاہی کی طرف محو پرواز رہتے ہیں۔

یہ پرواز عرفاء کے باطن میں جاری وساری ہے۔ عارف انسان حقیقی ہے۔ وہ اللہ عزوجل کا محبوب، محرم راز اور اس کی دلہن [۱۰] ہے جیسا کہ ابو یزید (بایزید) بسطامی [۱۱] رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ "اولیاء اللہ، اللہ تعالیٰ کی دلہنیں ہیں۔ دلہنوں کو محرموں کے سواء کوئی نہیں دیکھ سکتا۔ اولیاء کرام اللہ تعالیٰ کے حضور حجاب انس میں مستور ہوتے ہیں۔ نہ انہیں کوئی دنیا میں دیکھ پاتا ہے اور نہ ہی آخرت میں [۱۲]۔ ہاں صرف ایک آنکھ ان کے حق کا مشاہدہ کرتی ہے اور وہ ہے اللہ تعالیٰ کی قدرت کی آنکھ"

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے حدیث قدسی میں فرمایا:

اَوْلِيَائِىْ تَحْتَ قَبَائِى لَا يَعْرِفُهُمْ غَيْرِىْ

"میرے اولیاء میری قبا کے نیچے ہیں۔ انہیں میرے سواء کوئی نہیں پہچانتا"

لوگ دلہن کی صرف ظاہری سج دھج کو دیکھ سکتے ہیں۔

یحییٰ بن معاذ رازی رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں [۱۳]

"ولی اللہ زمین میں اللہ تعالیٰ کی خوشبو ہے جسے صرف صدیق سونگھ سکتے ہیں۔ یہ خوشبو صدیقوں کے دلوں تک پہنچتی ہے۔ اسی لیے وہ اپنے مولا کی طرف مشتاق رہتے ہیں۔ تفاوت اخلاق کے مطابق ان کی عبادت بڑھتی جاتی ہے اور جوں جوں یہ لوگ عبادت میں بڑھتے ہیں اسی قدر فنا میں بڑھتے جاتے ہیں۔ کیونکہ فانی جس قدر باقی کا قرب حاصل کرتا ہے اسی قدر فناء ہوتا جاتا ہے" [۱۴]

ولی وہ ہے جو اپنے حال میں فناء ہو اور مشاہدۂ حق میں باقی ہو۔ اسے اپنی ذات پر کوئی اختیار نہ ہو۔ اور نہ ہی اسے غیر خدا کے ساتھ سکون نصیب ہو۔

ولی وہ ہے جس کی تائید کرامات سے ہو۔ لیکن یہ مقام اس کی نگاہوں میں فروتر ہو۔ وہ خود افشاء کا ارادہ نہ رکھتا ہو۔ کیونکہ ربوبیت کے راز کو افشاء کرنا کفر ہے۔ جیسا کہ صاحب المرصاد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اصحاب کرامات تمام کے تمام پس پردہ ہیں۔ کرامت مردان خدا کے لیے بمنزلہ حیض کے ہے ولی کے لیے ہزار مقامات ہیں۔ پہلا مقام کرامت ہے۔ جو اس سے گزر کیا تمام مقامات کو پانے میں کامیاب ہو گیا۔

## حواشی

۱۔ قاشانی نے اسے اصطلاحات 63 میں بیان گیا ہے لیکن یہ اشارہ نہیں دیا کہ یہ حضور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے۔

۲۔ ابن کثیر نے اسے اپنی تفسیر میں بیان کیا ہے۔ دیکھے جلد اول ص 444 ان کا کہنا ہے کہ یہ الفاظ دعائے ماثورہ میں آئے ہیں۔ انہوں نے ان الفاظ کو زائد کیا ہے۔ اور نہ بنا اسے ہمارے لیے مشتبہ کہ ہم گمراہ ہو جائیں اور ہمیں بنادے مسلمانوں کے لیے امام"

۳۔ حاشیہ (ظ) میں آیا ہے کہ شیخ محمود آفندی اسکداری نے فرمایا۔ حق کو پہچاننے کا طریقہ

نفس کو پہچاننا ہے۔ جس نے نفس کی معرفت حاصل کر لی اس نے اپنے رب کو پہچان لیا۔
لیکن اس کے لیے ضروری ہے کہ کسی ولی کامل کا ہاتھ تھامے جو اسے عرفان کی راہ
سجائے۔ وہ ایسا مرشد کامل ہو کہ احکام ظاہری کا علم رکھتا ہو اور مراتب غیوب کو بھی
جانتا ہو۔ وہ امکان و جوب کی دونوں دائروں کا جامع ہو طالبین کو مطلوب تک پہنچا سکتا ہو
اور مشتاقین کو واصل محبوب کرنے کی ہمت رکھتا ہو۔ نیک سیرت، راضی بر ضا انبیاء و
اولیاء کا کامل متبع ہو۔ ہر کہ و مہ کا یہ کام نہیں کہ مسند ارشاد پر بیٹھ کر لوگوں کی رہنمائی
کرے علامہ سخاوی "المقاصد" 1149 پر لکھتے ہیں کہ ابو المظفر السمعانی فرماتے ہیں کہ
اس حدیث کے مرفوع ہونے کو ہم نہیں جانتے۔ یہ حکایت یحیٰی بن معاذ رازی سے
روایت کی گئی ہے۔ حوت انسی المکالب" میں ص 1436 پر فرماتے ہیں کہ علامہ نوری
نے فرمایا یہ حدیث ثابت نہیں ہے۔ بعض لوگ اس کی نسبت ابی سعید خزار کی طرف
کرتے ہیں۔ امام سیوطی "الحاوی" جلد دوم ص 238 یہ فرماتے ہیں۔ جس نے اپنے
نفس کو پہچانا اس بات پر دال ہے کہ اس نے اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کر لی ہے۔
معرفت خداوندی معرفت نفس سے پہلے حاصل ہوتی ہے۔ پہلا حال سالکین کا ہے اور
دوسرا مجذوبوں کا۔ ابو طالب مکی رحمۃ اللہ علیہ (قوت القلوب) میں فرماتے ہیں کہ اس کا
معنی ہے کہ جب تو اپنے نفس کو حق کے معاملہ میں پہچان لے گا تو تو اس بات کو ناپسند
کرے گا کہ تو اپنے افعال میں اپنے آپ پر اعتراض کرے اور جو تو کرتا ہے اس پر عیب
لگانے کو۔ کیونکہ تو اس میں اپنے خالق کی صفات کو پہچان لے گا اور تو اس کو ناپسند کرنا
شروع کر دے گا۔ پس تو اس کے فیصلوں پر راضی رہے اور ایسے کام کر کہ جو تو پسند
کرے کہ تیرے ساتھ معاملہ کیا جائے۔ امام نووی اپنے فتاویٰ میں ص 286 پر فرماتے
ہیں جو شخص اس حقیقت کو سمجھ گیا کہ میرا نفس اللہ کا محتاج ہے اور اسے عبودیت
خداوندی کے لیے پیدا کیا گیا ہے تو وہ اللہ کی قوت قہر، ربوبیت، کمال مطلق اور دوسری
صفات علیا کو بھی سمجھ گیا ہے۔ اور جو اللہ کی معرفت حاصل کر لیتا ہے تو وہ کہہ اٹھتا ہے
کہ مولا میں تیری نعمتوں کا کما حقہ شکر ادا کرنے سے عاجز ہوں اور تیری اس طرح ثناء
نہیں کر سکتا جس طرح حمد و ستائش کا حق ہے۔ مسلم کتاب الصلوۃ باب مایقال فی الرکوع

والسجود صفحہ نمبر 222 کی حدیث سے ثابت ہے جسے حضرت عائشہ نے روایت کیا ہے فرماتی ہیں میری باری تھی۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کو بستر سے غائب پایا۔ میں نے ٹٹولنا شروع کیا تو میرے ہاتھ آپ ﷺ کے قدموں سے چھو گئے آپ مسجد میں تھے۔ اور کھڑے یہ دعا کر رہتے تھے۔ اے اللہ میں تیری ناراضگی سے تیری رضا کی پناہ چاہتا ہوں تیری سزا سے تیری معافی کی پناہ چاہتا ہوں۔ میں تجھ سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔ میں اس طرح تیری تعریف نہیں کر سکتا جس طرح تو اپنی ثناء فرماتا ہے۔

۴۔ تلاش کے باوجود ہمیں یہ حدیث نہیں ملی۔

۵۔ ہمیں یہ حدیث بھی نہیں مل سکی۔

۶۔ ان الفاظ کے ساتھ تو حدیث نہیں مل کسی البتہ دیلمی کی ایک حدیث اس کی صحت پر دال ہے جسے انہوں نے الفردوس (4104) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ باطن کا علم اللہ کے رازوں میں سے ایک راز ہے۔ اور یہ اللہ کی حکمتوں میں سے ایک حکمت ہے جسے اللہ اپنے اولیاء میں سے جس کے دل میں چاہتا ہے ودیعت فرمادیتا ہے۔

۷۔ غزالی نے احیاء جلد چہارم ص 423 پر سبعین کے لفظ کے بغیر اسے روایت کیا ہے۔ عراقی "مغنی" میں جلد چہارم ص 423 پر فرماتے ہیں کہ اسے ابن حبان نے "العظمۃ" میں حضرت ابو ھریرہ سے روایت کیا ہے۔ لیکن وہاں ستین سنۃ کے الفاظ ہیں۔ دیلمی الفردوس" ص 70 پر حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رات اور دن میں ایک لمحے کا غور و فکر اسی سال کی عبادت سے بہتر ہے۔

۸۔ (ظ) میں کسی کا نام نہیں لیا گیا لیکن باقی نسخوں میں یہ بات شیخ عبداللہ رحمہ اللہ کے حوالے سے بیان کی گئی

۹۔ نسخہ (ظ) میں کسی کا نام نہیں۔ لیکن باقی نسخوہ میں جلدل الدین رومی رحمہ اللہ کا حوالہ ملتا ہے۔

۱۰۔ جامع البیان جلد 15 ص 120-121 پر ابن جریر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کردہ ایک حدیث نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے بندوں میں کچھ ایسے بھی ہیں جو انبیاء تو نہیں لیکن ان پر انبیاء و شھداء بھی رشک کرتے ہیں۔ عرض کیا گیا یا رسول اللہ! وہ کون لوگ ہیں؟ تاکہ ہم ان سے محبت کریں۔

# نویں فصل

## دیدار الٰہی :۔

دیدار الٰہی کی دو صورتیں ہیں۔ (۱) آخرت میں آئینہ دل کی وساطت کے بغیر اللہ تعالیٰ کے جمال کا دیدار[1] کرنا اور (۲) دنیا میں آئینہ دل پر صفات خداوندی کا عکس ملاحظہ کرنا۔ دنیا میں دیدار دل کی آنکھ سے ہے۔ اور اس میں صفات خداوندی کا عکس آئینہ دل پر پڑتا ہے تو انسان دل کی آنکھ سے اس عکس کا مشاہدہ کرتا ہے۔ رب قدوس کا ارشاد گرامی ہے۔

مَاكَذَبَ الْفُؤَادُ مَارَاىٰ (النجم :11)

"نہ جھٹلایا دل نے جو دیکھا (چشم مصطفیٰ) نے"

نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے۔

اَلْمُؤْمَنُ مَرْأَةُ الْمُؤْمِنِ[2]

"مؤمن مؤمن کا آئینہ ہے"

پہلے مؤمن سے مراد بندہ مؤمن کا دل ہے جبکہ دوسرے مؤمن سے مراد ذات باری تعالیٰ ہے۔ جیسا کہ ارشاد الٰہی ہے۔

اَلسَّلَامُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ (الحشر :23)

"سلامت رکھنے والا، امان بخشنے والا نگہبان"

جس نے دنیا میں صفات خداوندی کا دیدار کر لیا وہ بلا کیف آخرت میں اللہ تعالیٰ کی ذات کے دیدار کا شرف حاصل کرے گا۔ رہے وہ دعوے جو اولیاء

کرام علیھم الرحمۃ نے دیدار خداوندی کے بارے کیے ہیں۔ مثلاً حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میرے دل نے میرے رب کا دیدار کیا۔ یعنی میرے رب کے نور کے ذریعے۔ حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجھہ نے فرمایا۔

میں ایسے خدا کی عبادت نہیں کروں گا جسے میں نے دیکھا نہ ہو۔ ان تمام دعوؤں کو مشاہدہ صفات پر محمول کریں گے۔ پس جو شخص شیشے میں سورج کا عکس دیکھے وہ یہ کہہ سکتا ہے کہ میں نے سورج دیکھا۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ اپنے نور کو باعتبار صفات مشکوٰۃ سے تشبیہ دیتا ہے۔ ارشاد خداوندی ہے

كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ (النور :35)

''جیسے ایک طاق ہو جس میں چراغ ہو''

صوفیاء فرماتے ہیں طاق سے مراد بندۂ مؤمن کا دل ہے اور المصباح یعنی چراغ باطن کی آنکھ ہے۔ یہی روح سلطانی ہے اور شیشے سے مراد جان ہے اس کی صفت دریت ہے جو شدت نورانیت کو ظاہر کرتی ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ اس نور کے معدن وماخذ کا تذکرہ فرماتا ہے۔

يُوْقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُبَارَكَةٍ (نور :35)

''جو روشن کیا گیا ہے برکت والے زیتون کے درخت سے''

یہاں درخت سے مراد تلقین کا درخت ہے (بوٹی جو مرشد دل کی زمین میں بوتا ہے) توحید خاص کا صدور زبان قدس سے بلاواسطہ ہوتا ہے جس طرح حضور ﷺ کا قرآن کریم سے اصل تعلق ہے۔ پھر یہ قرآن حضرت جبرئیل علیہ السلام کی وساطت سے تدریجاً نازل ہوتا رہا۔ دوبارہ نزول بذریعہ جبرائیل عوام کے فائدہ کے لیے تھا۔ اور اس لیے بھی کہ کافر و منافق اس کا انکار نہ کر سکیں۔ اس پر دلیل رب قدوس کا یہ فرمان مبارک ہے۔

لَتَلَقَّى الْقُرْآنَ مِنْ لَّدُنْ حَكِيْمٍ عَلِيْمٍ (النمل :6)

''اور بیشک آپ کو سکھایا جاتا ہے قرآن حکیم بڑے دانا سب کچھ جاننے والے کی جانب سے''

اسی لیے حضور ﷺ پہلے ہی ایک قانون مرتب فرماتے اور اس کے بعد جبرائیل امین وحی لیکر حاضر ہوتے۔ حتیٰ کہ یہ آیت کریم نازل ہوئی۔

وَلَاتَعْجَلْ بِالْقُرْاٰنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يُّقْضٰى اِلَيْكَ وَحْيُهٗ

(طٰہٰ :114)

"اور نہ عجلت کیجئے قرآن کے پڑھنے میں اس سے پہلے کہ پوری ہو جائے آپ کی طرف اس کی وحی"

یہی وجہ تھی کہ معراج کی رات جبرائیل امین سدرۃ المنتہیٰ پر رک گئے اور ایک قدم بھی آگے نہ بڑھا سکے۔

اللہ تعالیٰ نے درخت کی توصیف کی اور فرمایا:

لَاشَرْقِيَّةٍ وَلَاغَرْبِيَّةٍ (النور :35)

"جو نہ شرقی ہے نہ غربی ہے"

اسے حدوث، عدم، طلوع و غروب معارض نہیں آتے بلکہ یہ درخت ازلی ہے کبھی زائل نہیں ہوا۔ جس طرح کہ اللہ تعالیٰ واجب الوجود ہے۔ قدیم ہے، ازلی اور ابدی ہے۔ کیونکہ یہ صفات اللہ تعالیٰ کا نور اور تجلیات ہیں۔ اور یہ ایک نسبت ہے جو اس کی ذات سے قائم ہے۔ ناممکن نہیں کہ نفس کا حجاب دل کے چہرے سے ہٹ جائے۔ دل ان انوار کے عکس سے زندہ ہو جائے اور روح اس طاق سے صفات حق کا مشاہدہ کرے۔ کیونکہ تخلیق کائنات کا اصل مقصد بھی اسی مخفی خزانہ کو عیاں کرنا ہے جیسا کہ شعر گزر چکا ہے۔[۳]

رہا ذات خداوندی کا دیدار تو وہ صرف آخرت میں ہوگا اور بلاواسطہ ہوگا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ یہ دیدار باطن کی آنکھ سے ہوگا جسے طفل معانی بھی کہتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے۔

وجوه يومئذ ناضرة الى ربها ناظرة (القيامة :22)

"کئی چہرے اس روز تروتازہ ہوں گے اور اپنے رب کے (انوار و جمال) کی طرف دیکھ رہے ہوں گے"

حضور ﷺ کا ارشاد ہے :

رأیت ربی علی صورة شاب امرد [۴]

''میں نے اپنے رب کا ایک بے ریش نوجوان کی صورت میں دیدار کیا''

شاید اس ارشاد گرامی میں نوجوان سے مراد طفل معانی ہو اور اللہ تعالیٰ نے اس صورت میں آئینہ روح پر بلا کسی واسطے کے تجلی فرمائی ہو۔ ورنہ اللہ تعالیٰ تو صورت، مادہ، جسم کے خواص سے پاک ہے۔ صورت دکھائی دینے والے کے لیے آئینہ ہے۔ وہ نہ تو خود شیشہ ہے اور نہ خود دیکھنے والا ہے۔ پس اس نکتے کو سمجھنے کی کوشش کیجئے یہ بہت گہرا راز ہے۔ صفات کا انعکاس عالم صفات میں ہے عالم ذات میں نہیں کیونکہ عالم ذات میں تو سارے واسطے جل جاتے ہیں اور محو ہو جاتے ہیں وہاں صرف اللہ تعالیٰ کی ذات سما سکتی ہے کوئی غیر نہیں جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا :

عَرَفتُ رَبِّیُ بِرَبِّیُ [۵]

''میں نے اپنے رب کو، اپنے رب کے ذریعے پہچانا''

یعنی اپنے رب کے نور کے ذریعے۔

حقیقت انسان نے اسی نور کے لیے محرم ہے جیسا کہ حدیث قدسی ہے۔

اَلُاِنسَانُ سِرِّیُ وَاَنَاسِرُّہٗ [۶]

''انسان میرا راز ہے اور میں اس کا راز ہوں''

حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا :

اَنَا مِنَ اللّٰہِ تَعَالیٰ وَالُمُؤمِنُوُنَ مِنِّیُ [۷]

''میں اللہ تعالیٰ سے ہوں۔ اور مؤمن مجھ سے ہیں''

ایک اور حدیث قدسی ہے۔

خَلَقتُ مُحَمَّدًا مِنُ نُورِ وَجُھِی [۸]

''میں نے محمد (ﷺ) کو اپنی ذات کے نور سے پیدا کیا''

یہاں مقصود اللہ تعالیٰ کی ذات مقدسہ ہے جو صفات رحمت میں تجلی فرماتی ہے۔ جیسا کہ ایک حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

سبقت رحمتی غضبی [۹]

"میری رحمت میرے غضب پر سبقت لے گئی"

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی حضرت محمد ﷺ سے ارشاد فرمایا

وَمَا اَرْسَلْنَاكَ اِلَّا رَحْمَةً لِلْعَالَمِينَ (الانبیاء: 107) [۱۰]

"اور نہیں بھیجا ہم نے آپ کو، مگر سراپا رحمت بنا کر سارے جہانوں کے لیے"

ایک اور جگہ ارشاد فرمایا:

قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللّٰهِ نُورٌ وَكِتَابٌ مُبِينٌ (المائدہ: 15)

"بیشک تشریف لایا ہے تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک نور اور ایک کتاب ظاہر کرنے والی"

اللہ تعالیٰ حدیث قدسی میں فرماتے ہیں۔

لَوْلَاكَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاكَ [۱۱]

"اگر آپ (مقصود) نہ ہوتے، تو میں افلاک کو پیدا نہ کرتا"

## حواشی

۱۔ صحیح مسلم۔ کتاب الایمان۔ باب اثبات رویۃ المؤمنین فی الآخرۃ ربھم سبحانہ وتعالیٰ 297 حضرت صہیب رومی سے روایت ہے وہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا "جب جنتی جنت میں داخل ہو جائیں گے تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔ کیا تمہیں کچھ اور چاہیے؟ تو وہ کہیں گے۔ کیا تو نے ہمارے چہروں کو روشنی نہیں بخشی؟۔ کیا تو نے ہمیں جنت عطا نہیں فرمائی؟ کیا تو نے ہمیں جہنم سے نجات نہیں دی؟ حضور ﷺ نے فرمایا رب قدوس حجاب سرکا دے گا۔ نعمت دیدار سے زیادہ پسندیدہ چیز انہیں کوئی اور نہیں ملی ہو گی۔ دیکھیے جامع الاصول از ابن اثیر ج 510/10

یہاں مقصود اللہ تعالیٰ کی ذات مقدسہ ہے جو صفات رحمت میں تجلی فرماتی ہے۔ جیسا کہ ایک حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

سبقت رحمتی غضبی[۹]

"میری رحمت میرے غضب پر سبقت لے گئی"

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی حضرت محمد ﷺ سے ارشاد فرمایا

وَمَا اَرْسَلْنَاكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ (الانبیاء :107)[۱۰]

"اور نہیں بھیجا ہم نے آپ کو، مگر سراپا رحمت بنا کر سارے جہانوں کے لیے"

ایک اور جگہ ارشاد فرمایا:

قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللّٰهِ نُورٌ وَّكِتَابٌ مُّبِينٌ (المائدہ :15)

"بیشک تشریف لایا ہے تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک نور اور ایک کتاب ظاہر کرنے والی"

اللہ تعالیٰ حدیث قدسی میں فرماتے ہیں۔

لَوْلَاكَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاكَ[۱۱]

"اگر آپ (مقصود) نہ ہوتے، تو میں افلاک کو پیدا نہ کرتا"

# حواشی

۱۔ صحیح مسلم۔ کتاب الایمان۔ باب اثبات رویۃ المؤمنین فی الآخرۃ ربھم سبحانہ وتعالیٰ 297 حضرت صہیب رومی سے روایت ہے وہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا "جب جنتی جنت میں داخل ہو جائیں گے تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔ کیا تمہیں کچھ اور چاہیے؟ تو وہ کہیں گے۔ کیا تو نے ہمارے چہروں کو روشنی نہیں بخشی؟۔ کیا تو نے ہمیں جنت عطا نہیں فرمائی؟ کیا تو نے ہمیں جہنم سے نجات نہیں دی؟ حضور ﷺ نے فرمایا رب قدوس حجاب سرکا دے گا۔ نعمت دیدار سے زیادہ پسندیدہ چیز انہیں کوئی اور نہیں ملی ہو گی۔ دیکھیے جامع الاصول از ابن اثیر ج 510/10

۲۔ اس کی تخریج پہلے گزر چکی ہے۔

۳۔ صفات الذات والا فعال طرا　　قديمات مصونات الزوال

اللہ تعالیٰ کی ذات اور افعال تمام کے تمام قدیم ہیں اور زوال سے محفوظ ہیں

۴۔ اسے سیوطی نے "اللآلی" ج اول ص 30 پر حضرت ابن عباسؓ سے مرفوعاً ذکر کیا ہے۔ ابی زرعہ سے ابن صدقہ بیان کرتے ہیں کہ ابن عباسؓ کی اس حدیث کا انکار معتزلہ کے سواء کوئی نہیں کرتا۔ بعض روایات میں "بفؤاده" کے الفاظ ہیں۔ اگر حدیث کو خواب پر محمول کریں تو کوئی اشکال وارد نہیں ہوتا اگر بیداری پر محمول کریں تو؟ ابن الھمام جواب دیتے ہیں کہ یہ صورت کا حجاب ہے۔ شاید اس گفتگو سے مدعا تجلی صوری ہو۔ بہر حال اسے تجلی حقیقی پر محمول کرنا محال ہے۔ اللہ تعالیٰ کی تجلیات کی کئی صورتیں ہیں کچھ تجلیات ذاتی ہوتی ہیں اور کچھ صفاتی۔ اسی طرح قدرت کاملہ اور قوت شاملہ میں اسے فرشتوں کی نسبت بہت زیادہ برتری ہے۔ وہ مختلف صورتیں اور ھیئات میں جلوہ گر ہو سکتا ہے۔ لیکن وہ جسم صورت اور جہات سے پاک ہے اپنی ذات کے اعتبار سے۔ یہ فرمان ملا علی قاری کا ہے دیکھیے "الاسرار المرفوعہ" ص 209 واللہ اعلم

۵۔ یہ حدیث ہمیں نہیں ملی۔ ایک کتاب میں اسے حضرت عمر کی طرف منسوب کیا گیا ہے

۶۔ یہ حدیث ہمیں نہیں مل سکی۔

۷۔ اس کی تخریج پہلے گزر چکی ہے۔

۸۔ اس کی تخریج بھی پہلے ہو چکی ہے

۹۔ یہ حدیث کا ایک ٹکڑا ہے (صحیح بخاری التوحید باب : قول اللہ تعالیٰ (بل هو قرآن مجید۔ فی لوح محفوظ (البروج 85/21-22) نمبر حدیث 7114-7115) یہ حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور اس کے الفاظ یہ ہیں "جب اللہ تعالیٰ نے مخلوق کی تخلیق کا فیصلہ کیا تو اپنے پاس ایک کتاب میں لکھا غالب آگئی یا فرمایا۔ سبقت لے گئی میری رحمت میرے غضب پر۔ وہ کتاب عرش پر اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔ اس حدیث کے دوسرے شواھد موجود ہیں۔ دیکھئے۔ صحیح مسلم کتاب التوبہ باب فی سعۃ رحمۃ اللہ تعالیٰ وانھا سبقت غضبہ نمبر حدیث 2751 مزید دیکھیے ابن اثیر کی "جامع الاصول" جلد چہارم ص 518-519 نووی شرح صحیح مسلم جلد ستر ص 68 پر لکھتے ہیں کہ علماء کا ارشاد ہے غضب خداوندی اور رضاء خداوندی سے مقصود اللہ تعالیٰ کا ارادہ ہے جب اس